اقبال اور افراد کی تربیت- پاکستان کے اسلامی تشخص کے تناظر میں

ڈاکٹر عاصم نعیم*

ڈاکٹر غلام حسین بابر**

Iqbal & Human training – (imperceptions of Muslim identity of Pakistan) Iqbal is the poet of Islam & his thought is originated from the Holy Quran. He, in his poetry; addresses Muslim Ummah in totality & individuality. His poetry encompasses & presents a complete mental spiritual and social training module for Muslim youth at individual level. Iqbal's concept of individuality is integrated with collectivity & totality. Iqbal's core principle is that individual's social bindings on the basis of Islamic believes & rituals.

برِ صغیر پاک وہند میں مسلمانوں اور اسلامی تہذیب کو نظریاتی، شعوری اور روحانی طور پر مستحکم کرنے میں تین اشخاص کا اہم کردار ہے: ۱۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کہ جنہوں نے جلال الدین محمد اکبر کی اسلام میں تحریفات کی کوششوں کا سدِباب کیا۔ ۲۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کہ جنہوں نے اپنے قلم و لسان سے عام الناس کی تربیت کا فریضہ انجام دیا، قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا، کئی مقالہ جات اور کتب تحریر کیں اور مسلمانوں کو سیاسی طور پر مضبوط کرنے کے لئے احمد شاہ ابدالیؒ کو مرہٹوں کے خلاف جنگ کی دعوت دی۔ مسلم بیداری میں تیسرا اہم کردار علامہ محمد اقبالؒ کا ہے۔

اگر گذشتہ مصلحین اور اقبال کے ادوار کا موازنہ کیا جائے تو مجدد الف ثانیؒ کا دور مسلمانوں کے سیاسی اور تہذیبی عروج کا دور ہے، شاہ ولی اللہؒ کا کردار تب ظاہر ہوا جب مسلمانوں پر زوال کی گھٹا چھانی شروع ہوئی اور پھیلتے ہوئے اس اندھیرے میں وہ سنبھلنے کو کوشش کر رہے تھے جبکہ علامہ محمد اقبالؒ ایسے دور میں تشریف لائے جب مسلمانوں پر ذلت وزوال کا گھٹا توپ اندھیرا پوری طرح سے چھا چکا تھا، اس سیاہ دور میں اقبال نے اپنے کام کا آغاز اس دُعا سے کیا:

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند

اب مناسب ہے کہ تیرا فیض ہو عام اے ساقی [1]

(اے اللہ رب العزت! تین سو سال سے ہند ہند پر روشنی کی کوئی کرن نہیں، کوئی اُمید نہیں، اب وقت ہے کہ آپ اس اُمت پر اپنا کرم فرمادیں)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بارانی یونیورسٹی، راولپنڈی۔

اقبال نے نہ صرف اس مخصوص قطعہ زمین جیسے بعد ازاں اسلامی جمہوریہ پاکستان بننا نصیب ہوا، کے لوگوں کو فکری طور پر بیدار ہونے کا پیغام دیا بلکہ پورے ایشیاء کی سیاست پر جغرافیائی منظر نامہ کے اثرات پر جتنی باریک بینی سے اقبال نے مطالعہ کیا اور شاعری کی صورت میں اس پوشیدہ پیغام کا اظہار کیا۔ ایران و افغانستان، میں برپا سیاسی اور معاشرتی حالت کو تمام ایشیاء کے سیاسی و سماجی حالات کا پیش خیمہ کہا:

آسیا یک پیکر آب و گل است
ملت افغاں در آں پیکر دل است
از فساد او فساد آسیا
در کشاد او کشاد آسیا 2

(ایشیاء ایک جغرافیائی اکائی ہے اور اس میں افغانستان کو دل کی حیثیت
حاصل ہے۔ اگر افغانستان میں فساد ہو گا تو پورے ایشیاء میں فساد ہو گا اور
اگر افغانستان میں امن ہو گا تو پورا ایشیاء پر امن رہے گا۔)

فکرِ اقبال نے جہاں ان ممالک کو اس نظر سے دیکھا کہ کس طرح ان کی سیاسی و جغرافیائی حیثیات کو اُمتِ مسلمہ کی مجموعی ترقی و مضبوطی کے لیے استعمال کیا جائے وہیں برِ صغیر پاک و ہند کے جغرافیائی و سیاسی حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایسی فکری رہ نمائی دی، جس کی بدولت پاکستان (جو اقبال کا مسکن تھا) کے مسلمان پورے ہندوستان اور پوری دنیا پر حکمرانی کر سکتے ہیں۔ غلامی کے اس سیاہ دور میں آپ کی فکر نے زوال پذیر، پسی ہوئی قوم کی انکھوں میں اک عجب خواب سمو دیا۔ ان کی فکر نے عظمتِ رفتہ کا حوالہ دیتے ہوئے ان کی سوئی ہوئی غیرت کو للکارا:

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا 3

آج پاکستان فکری، تہذیبی اور نظریاتی انحطاط کے جس دور سے گزر رہا ہے وہ ان حالات کے بہت قریب ہیں جب اقبال نے بصورتِ شاعری اپنے نظریات پیش کئے جن کا بنیادی مقصد بالخصوص نوجوان طبقہ کو اُمت کی قیادت کے لئے تیار کرنا تھا۔ اس لئے آج از حد ضروری ہے کہ اقبال کی شاعری کا

اس طرح سے تجزیہ کیا جائے کہ اقبال کے خیالی حکمران کی صفات، ذمہ داریاں، عصرِ حاضر میں اسلامی سیاسی نظام کے خدو خال، موجودہ سیاسی نظام کی خرابیاں اور ان کے سدباب واضح ہو سکیں نیز یہ بات بھی سامنے آئے کہ ہم خصوصاً سیاسی طور پر اقبال کے نظریات مثلاً تصورِ اُمت، روحانی جمہوریت، اسلامی اقتصادیات، مشرقی تہذیب کا احیاء اور اسلامی نظامِ تعلیم سے کیسے بہرہ ور ہو سکتے ہیں اور بندۂ مومن کی وہ خصوصیات جنہیں اقبال نے واضح کیا ہے انہیں اپنا کر خود کو کیسے مضبوط کر سکتے ہیں کہ اُمتِ مسلمہ کی کمان پاکستان کے ہاتھ آ جائے۔

غور طلب بات ہے کہ امتِ مسلمہ کو جب بھی عروج نصیب ہوا ہے تو وہ کلی حالت میں ہوا ہے نا کہ جزوی میں۔ آج پاکستان ایک ایٹمی طاقت ہے لیکن نہ ہی اندرون ملک دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ ہے اور نہ ہی افغانستان، عراق اور شام کو ہمارا ایٹمی پروگرام تباہی سے بچا سکا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ امت مسلمہ کی ٹکڑوں اور حصوں میں تقسیم غیر فطری اور غیر حقیقی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کے حصول کے لئے اقبال ایک متحدہ خلافت کا قیام چاہتے تھے اور خلافتِ عثمانیہ کے ٹوٹنے سے کبیدہ خاطر تھے:

چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا

سادگی مسلم کی دیکھ، اوروں کی عیاری بھی دیکھ [4]

خلافت کی بجائے عصری جمہوری نظام مغربی ذہن کی اختراع ہے کیونکہ وہ دینی جمعیت کی بجائے قومیت اور لسانیت کی بنیاد پر تقسیم ہیں لیکن چونکہ اپنی محنت، علوم وفنون میں ترقی کی بنیاد پر آج غالب تہذیب ہیں اور بشمول ملت اسلامیہ کمزور تہذیبوں پر اثر انداز ہو رہی ہیں لیکن مسلمانوں کا یہ المیہ ہے کہ ان کے دانشور، مفکر، ذرائع ابلاغ، سیاسی جماعتیں اور علماء بھی جمہوریت کا راگ الاپ رہے ہیں۔ آج ہم نام نہاد "جمہوریت" کے ظلم واستبداد، بددیانتی، ناانصافی کو جس طرح بھگت رہے ہیں اقبال نے آئینہ میں اس کا عکس واضح کرتے ہوئے کہا تھا:

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام

جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری [5]

(مغرب کا جمہوری نظام وہی پرانا راگ ہے جو ایک مرتبہ پھر آلاپا جارہاہے، جس کی حقیقت قیصر وکسریٰ کا ظلم وجبر اور استبداد ہے)

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب

تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

(جس کو تم آزادی کی نیلم پری سمجھتے ہو وہ ظلم واستبداد کا ایک دیو ہے جو انسانیت کو پیروں تلے روندتا چلا آرہاہے)[6]

ایک اللہ، ایک رسول ﷺ، ایک دین- اتحادِ اُمت کی اصل بنیاد

اقبال عصری مغربی اور غیر اسلامی نظاموں سے، جہاں بے زار تھے وہیں وہ اس حقیقت سے بھی آگاہ تھے کہ زوال پذیر، پسماندہ اور شکست خوردہ مسلمان فی الحال قیادتِ انسانیت کی بھاری ذمہ داری کو اُٹھانے کے قابل نہیں اس لئے وہ افرادِ اُمت کی تربیت پر بہت زور دیتے ہیں۔ علامہ اقبال کے مطابق امت مسلمہ کی بقاء اور ترقی کا صرف ایک ہی راز اور راستہ ہے اور وہ ہے قرآن مجید کے ساتھ تعلق اور راہنمائی۔ لہذا ضروری ہے کہ مسلم ریاست کا آئین اور قانون شریعتِ اسلامیہ کے مطابق بنایا جائے اور اس کے نفاذ کی آخری حد تک کوشش کی جائے تاکہ ایک ایسی اسلامی ریاست قائم ہو جس میں آئینِ اسلام کا عملی نمونہ دیکھا جاسکے:

تو همی دانی که آئین تو چیست
زیر گردوں سر تمکین تو چیست
آں کتاب زنده قرآن حکیم
حکمت اولا یزال است وقدیم
حرف اولا ریب نے تبدیل نے
آیہ اش شرمنده تاویل نے
نوع انسان را پیام آخریں
حاصل او را رحمۃ للعالمین
صد جہان تازه در آیات اوست
عصرها پیچیده در آیات اوست

علم حق غیراز شریعت ہیچ نیست
اصل سنت جز محبت ہیچ نیست
صد جہان تازہ در آیات اوست
عصرھا پیچیدہ در آیات اوست
علم حق غیراز شریعت ہیچ نیست
اصل سنت جز محبت ہیچ نیست
باتو گویم سر اسلام است شرع
شرع آغاز است وانجام است شرع
تاشعار مصطفیٰ از دست رفت
قوم را رمز بقا از دست رفت [7]

ترجمہ: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا آئین کیا ہے؟ اور ان آسمان کے نیچے تمہاری عظمت کا راز کیا ہے؟ یہ راز قرآن مجید ہے جس کی حکمت نہ ختم ہونے والی ہیں۔ اس کے الفاظ میں کوئی شک نہیں اور نہ ہی وہ تبدیل ہوسکتے ہیں اس کی آیات واضح ہیں اور کسی تاویل کی محتاج نہیں۔ یہ بنی نوع انسان کے لئے آخری (الہامی) پیغام ہے جسے رحمۃ اللعالمین لائے۔ اس کی آیات میں کئی جہاں آباد ہیں اور کئی زمانوں کی تاریخ اس میں پوشیدہ ہے۔ سچا علم شریعت کے سوا کوئی نہیں اور سنتِ رسول ﷺ کی بنیاد محبت ہے۔ اسلام کا راز شریعت ہے جو آغاز بھی ہے اور انجام بھی۔ اگر رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہاتھ سے نکل گیا تو امت اپنے بقاء کے راز سے محروم ہو جائے گی۔

اسلامی ممالک جنہیں اتحاد کی صورت میں آج "متحدہ اسلامی ریاست" (United States of Islam) ہونا تھا آج مختلف زمینی اور فکری اکائیوں میں منقسم ہے مثلاً مغربی جمہوریت، نسلی مملکت، لسانی بنیادوں، جغرافیائی وفاداریوں، سیاسی بنیادوں پر قوم کی وحدت کی تقسیم وغیرہ لیکن علامہ اقبال نے تمام تقسیموں کو باطل اور نقصان دہ قرار دیا اور ایک دین اور ایک رسول ﷺ کو امت کے اتحاد کی اصل بنیاد قرار دیا:

لا نبی بعدی ز احسان خدا است
پردہ ناموس دین مصطفیٰ است

قوم را سرمایہ قوت ازو
حفظ سر وحدت ملت ازو
امت از ماسوا بیگانہ
یہ چراغ مصطفیٰ پروانہ 8

ترجمہ: یہ اللہ کا احسان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اس طرح ناموس دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ (مطلوب) ہے۔ یہی بات ملت کے لئے سرمایہ قوت اور وحدت ملت کے بھید کی حفاظت کرنے والی ہے۔ ایسی امت جو ہر ایک سے بے گانہ اور صرف چراغِ مصطفیٰ کی پروانہ ہے)

پاکستان کی حالیہ سیاسی و مذہبی قیادت اور اقبال

عصر حاضر میں سیکولرازم نے سیاست اور مذہب کی علیحدگی اور سیاست میں انسانی عقل، مصلحت (جو کہ دراصل نفسانی خواہشات کا دوسرا نام ہے) کا جو نظریہ پیش کیا ہے علامہ اقبال نے سختی سے اس "اُصولی سیاست" کا رد کیا ہے اور اسے دوھرا معیار قرار دیا ہے۔ ایسی سیاست کو وہ چنگیزی سے تعبیر کرتے ہیں:

ہوئی دین و ملت میں جس دن جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری
دوئی ملک و دین کے لئے نامرادی
دوئی چشم تہذیب کی نابصیری 9

میری نگاہ میں ہے یہ سیاست لادیں
کنیز اھرمن ودوں نہاد و مردہ ضمیر
ہوئی ہے ترک کلیسا سے حاکمی آزاد
فرنگیوں کی سیاست دیو بے زنجیر 10

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہوں دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی 11

اس کے ساتھ ساتھ پاکستان میں رائج عصری طرزِ سیاست یعنی کاروباری و سرمایہ دارانہ سیاست کی بھی مخالفت کرتے ہیں اور اسے سرمایہ داروں، وڈیروں اور جاگیرداروں کی مکارانہ چالیں قرار دیتے ہیں کہ یہ

قوم کی امانت میں خیانت کا باعث ہے۔ ایسے نظام کا اخلاص اور ملی وفاداری میں کوئی کردار نہیں۔ لیکن یہاں اہم مسئلہ یہ ہے کہ ایسے سرمایہ دار لوگ جو دراصل اپنے کاروباری فوائد کے حصول کے لئے سیاست میں آتے ہیں، محکوم عوام کی نفسیات سے بہ خوبی واقف ہیں۔ وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ جب لوگوں کے مسائل بڑھتے ہیں اور انہیں بنیادی سہولیات بھی دستیاب نہیں ہوتیں تو ان کے اندر بغاوت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو کہ ایک خطرناک مگر طاقتور جذبہ ہے، بس وہ اسی جذبہ کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور عوام کو مسائل حل کرنے کے خواب دکھا کر حکومتی ایوانوں میں پہنچ جاتے ہیں اور پھر تمام وعدے بھلا دیئے جاتے ہیں جبکہ عوام کے حصے میں احساسِ محرومی، بے حسی اور آخر میں غفلت کی نیند کے سوا کچھ نہیں آتا:

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیہ ان الملوک
سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جادوگری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری 12

حکمران طبقے کی دوسری قسم ان لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جو اسلام کا نام لیکر عوام کے اندر سرزمین مدینہ کی طرز کی ایک فلاحی ریاست کی خواہش پیدا کرتی ہے لیکن ایوانوں میں جا کر ان مُلاؤں کا رویہ بھی پہلے لوگوں سے مختلف نہیں ہوتا۔ علامہ اقبال نے اس دوہری سیاست کو بے نقاب کرتے ہوئے فرمایا:

گرمی گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری 13

اس سراب رنگ وبو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو 14

میں جانتا ہوں انجام اس کا
جس معرکے میں ملّاں ہوں غازی 15

دین کافر فکرو تدبیرو جہاد
دین ملاں فی سبیل اللہ فساد 16

اچھی قیادت اور اچھے معاشرے کے قیام کے لئے ضروری کہ اچھے خاندانی گھروں کے اعلیٰ دماغ دینی تعلیم اور علومِ اسلامیہ کے لئے آگے آئیں اور انہیں انتہائی اعلیٰ اور جدید ماحول میں تربیت دی جائے، انہیں جدید علوم سے آراستہ کیا جائے، ان میں جدید دور کے مسائل اور عصری نبض شناسی کی اہلیت ہو ، صرف نکاح، طلاق اور عقائد کے مسائل ہی پر عبور حاصل نہ ہو بلکہ وہ جدید دنیا کے مسائل کا سامنا کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں اور ایسا وہ تب ہی کرسکتے جب ان کے پاس جدید زبان بھی ہو۔ جب تک دینی قیادت کی تعلیم اس نہج پر نہ ہوگی اور وہ لے کر کھانے کی بجائے دینے والی نہیں بنتی پاکستان میں کوئی بھی ایسا نظام کامیاب نہیں ہوسکتا جو اپنی اصل کے اعتبار سے اسلامی نظریات پر قائم ہو!

وہ شعلہ روشن ترا ظلمت گریزاں جس سے تھی
گھٹ کر ہوا مثلِ شرر تارے سے بھی کم نور تر
اس دور میں تعلیم ہے امراضِ ملت کی دوا
ہے خونِ فاسد کے لئے تعلیم مثلِ نشتر 17

عصری اور جدید علوم سے کنی کترانے کا یہ نتیجہ ہے کہ مذہبی طبقہ کے پاس سوائے اپنے مسلک اور فرقہ کو صحیح ثابت کرنے اور اس عمل میں دوسروں پر تنقید کرنے کے سوا کوئی کارآمد مشغلہ نہیں رہ گیا۔ پاکستان میں مذہبی طبقہ کی اس روش نے مکتب کے ساتھ ساتھ خانقاہ کو بھی تباہ کردیا ہے، بقول اقبال:

مکتبوں میں کہیں رعنائی افکار بھی ہے
خانقاہوں میں کہیں لذتِ اسرار بھی ہے 18

قیس پیدا ہوں تیری محفل میں یہ ممکن نہیں
تنگ ہے صحرا تیرا' محمل ہے بے لیلیٰ تیرا 19

پھول بے پروا ہیں تو گرم نوا ہو یا نہ ہو
کارواں بے حس ہے' آواز درا ہو یا نہ ہو 20

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا 21

سیاسی اور مذہبی طبقہ اور عصری باطل نظاموں سے مایوس ہو کر اقبال اپنا رخ گنبدِ خضرا کی جانب موڑتے ہیں کیونکہ صرف یہیں انہیں اپنے خواب کی حسین تعبیر نظر آتی ہے جو کہ آج ہمارے لئے بھی مایوسی کے گھپ اندھیرے میں روشنی کی کرن ہے:

تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر
میری دانش ہے افرنگی' میرا ایمان ہے زناری 22

ہر چیز ہے بے قافلہ وراحلہ وزاد
اس کوہ وبیاباں سے حدی خوان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روح محمد
آیات الٰہی کا نگہبان کدھر جائے 23

پاکستان میں افراد کی تربیت اور قلمِ اقبال

عصرِ حاضر میں پاکستان کے افراد کی تربیت کے لئے اقبال کے "مردِ مومن" کی خصوصیات کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ وہ مردِ مومن جسے اقبال نے قرآنی اصطلاح" القوی الامین" کی ترجمانی کرتے ہوئے "مردِ جلیل" کا نام دیا ہے۔ علامہ اقبال کے بے شمار اشعار ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسے وہ مردِ مومن قرار دے رہے ہیں وہ سلطان بھی ہے اور درویش بھی، غنی بھی ہے اور بے نیاز ولی بھی، رہبر بھی ہے اور رفیق بھی، امام بھی ہے اور مقتداء بھی، وہ مردِ آذاد بھی ہے اور مردِ رفیق بھی، بوریا نشین بھی ہے اور فضاؤں میں محوِ پرواز بھی، خادم بھی ہے اور مخدوم بھی، خاکی بھی ہے اور فرشی بھی نوری بھی ہے اور عرشی بھی، ناسوتی بھی ہے اور لاہوتی بھی کیونکہ وہ مردِ مومن خود بھی حقیقت کا متلاشی ہے:

نائب حق در جہاں بودن خوش است
بر عناصر حکمراں بودن خوش است
نائب حق ہمچو جان عالم است
ہستی او ظل اسم اعظم است
ذات او توجیہ ذات عالم است
از جلال او نجات عالم است

اپنے متصور مردِ مومن کی خصوصیات اقبال نے قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور مولانا رومی کے افکار سے اخذ کیں ہیں۔ اپنی مثنوی اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی جن میں مثنوی مولانا روم سے استفادہ کیا گیا اس سے فیض کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

این قدر نظارہ ام بے تاب شد
بال و پر بشکست و آخر خواب شد
روئے خود بنمود پیر حق سرشت
کو بحرف پہلوی قرآں نوشت
گفت اے دیوانہ ارباب عشق
جرعہ گیراز شراب تاب عشق
بر جگر ہنگامہ محشر بزن
شیشہ بر سر دیدہ بر نشتر بزن
آشنائے لذت گفتار شو
اے درائے کارواں بیدار سو

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مردِ مومن کی جو صفات بیان کی گئی ہیں اگر انہیں یکجا کر لیا جائے تو اقبال کے مردِ مومن کا سراپا ابھر کر سامنے آتا ہے؛ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَه ٗ اَشِدَّاءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا[24]

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل، (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ اللہ کے آگے جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اللہ کا فضل اور اسکی خوشنودی طلب کر رہے ہیں۔

کشف الخفاء ومزیل الالباس میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

التکبر علی المتکبر صدقة و فی روایة عبادة[25]

تکبر کرنے والوں کے ساتھ تکبر اور ایک روایت کے مطابق عبادت ہے۔

علامہ اقبال اپنے مردِ مومن کی خصوصیات ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن [26]

مومن کے اعلیٰ کردار کا ایک دوسرا رخ اللہ رب العزت کے سامنے تواضع اور انکساری ہے، قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا [27]

اور وہ جو اپنے رب کے آگے سجدے کر کے اور عجز و انکساری سے کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى-اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى-وَلَسَوْفَ يَرْضٰى-[28]

اور اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے اور وہ اپنا مال
دیتا ہے صرف اپنے رب کی خاطر جو سب سے بلند اور اور
عنقریب ضرور راضی ہو گا۔

ان آیات مبارکہ کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ مردِ مومن اپنی متاعِ حیات لوگوں کے لئے یا دنیاوی فائدہ کی غرض سے نہیں بلکہ رضائے الٰہی کے لئے لٹاتا ہے کیونکہ اس کا جینا مرنا اسی رضا کے حصول کے لئے ہے جب وہ خدا کی رضا سے راضی ہو جاتا ہے تو اسے یہ مثردہ سنا دیا جاتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہوا[29] بلکہ اسے اس مقام پر فائز کر دیا جاتا ہے کہ اس کی رضا خدا کی رضا سے جدا نہیں رہتی تو اس کی مرضی خدا کا فیصلہ ٹھہرتی ہے [30] اور پھر اللہ رب العزت کی جانب سے اس بندہ کو اتنا عنایت کیا جاتا ہے کہ وہ بندہ بھی خدا سے راضی ہو جائے [31]۔ لیکن یہ مقام حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدم خاکی بشری دائرہ سے نکلے، جذباتِ خاک سے آزاد ہو اور آدمِ نوری کا درجہ پائے:

شہود کیسے ہو حاصل اسے زمانے میں
وجود جس کا نہیں جذب خاک سے آزاد [32]

آدمِ خاکی سے انسانِ کامل تک قرآن مجید میں تربیت فرد کے سات مراحل بیان ہوئے ہیں:

i. پہلا مرحلہ نفسِ انسانی کی سرشت کا مرحلہ نفسِ امارہ ہے جو کہ برائی کی جانب اکسانے والا ہے[33]۔ اس مقام پر نیکی اور بدی میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی بلکہ نفس ہمہ وقت بدی کے لئے اکساتا ہے کہ نیکی کی راہ نہیں سوجتی۔

ii. دوسرا مرحلہ نفسِ ملہمہ کا ہے یہاں بدی کے ساتھ ساتھ انسان میں نیکی بھی ڈال دی جاتی ہے[34] وہ ان دونوں میں امتیاز کرنے لگتا ہے[35] طبیعت بدی کی طرف آسانی سے راغب نہیں ہوتی اور برائی کی طرف بڑھتے قدم رک جاتے ہیں۔

iii. تیسرا مرحلہ نفسِ لوامہ ہے جس میں بدی سے کراہت اور نیکی سے محبت ہو جاتی ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جس کی رب ذوالجلال نے قسم کھائی ہے۔[36]

iv. اس مرحلہ میں بندہ کو نفسِ مطمعنہ کے درجہ پر فائز کر دیا جاتا ہے۔ وہ اپنے رب کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے اور نیکیوں کے ذریعے خدا کو راضی کرنا چاہتا ہے[37]۔ بار بار اپنے آپ کو اس بات کا ادراک کرواتا ہے کہ دنیا اس کا اصل ٹھکانا نہیں بلکہ آخرت ہے۔

v. یہ درجہ نفسِ راضیہ کا درجہ ہے جس میں راضی بر رضا کی کیفیت دائمی ہو جاتی ہے۔

vi. نفسِ راضیہ کے بعد نفسِ مرضیہ کا مرحلہ آتا ہے جس میں رب بھی بندہ سے ہر وقت راضی رہتا ہے۔

vii. آخری درجہ میں بندہ کا نفس، نفسِ کاملہ کے درجہ پر فائز ہوتا ہے جہاں وہ ممتاز بندوں میں شامل کر دیا جاتا ہے۔[38]

پہلے اور آخری درجہ میں یہ فرق ہے کہ پہلے جو طالب تھا اب مطلوب ہے، پہلے جو محب تھا اب محبوب ہے، پہلے مرید تھا اب مراد ہے۔ کیونکہ اب ہر گھڑی رب کی تقدیر اس کی منتظر ہے کہ وہ لب ہلائے تو تقدیر بدل جائے:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے [39]

حوالہ جات وحواشی

[1] : اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بال جبریل، پیر و مرید، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، 2002، ص134

[2]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: جاوید نامہ (شرح)، ابدالی، عشرت پبلشنگ ہاوس، لاہور، 1956، ص256

[3]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بانگ درا، صدیقؒ، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، 2002، ص224

[4] : اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بانگِ درا، غزلیات، ص153

[5]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: ضربِ کلیم، محراب گل افغان کے افکار، ص146

[6] : اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بانگ درا، دل، ص61

[7]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: رموزِ بیخودی، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، 2002، ص26

[8] : اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: رموزِ بیخودی، ص36

[9] : اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بال جبریل، طارق کی دعا، ص105

[10] : اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: ضربِ کلیم، یورپ اور سوریا، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، 2002،

[11] : اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بال جبرئیل، طلوع اسلام، ص267

[12] : اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بانگ درا، نوید صبح، 211

[13] : اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بانگِ درا، غزلیات، ص125

[14] : اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بانگِ درا، لاہور و کراچی، 66

[15]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بال جبرئیل، جاوید سے، ص115

[16]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: جاوید نامہ، ص276

[17]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بانگِ درا، ترانہ ملی، ص159

[18]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بال جبرئیل، بلاد اسلامیہ، ص63

[19]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بانگِ درا، والدہ مرحومہ کی یاد میں، ص226

[20]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بال جبریل، پیر و مرید، ص134

[21] : اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بانگِ درا، غزلیات، ص45

[22]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بال جبرئیل، حضرت انسان، ص68

[23]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: ضربِ کلیم، جمہوریت، ص148

[24]الفتح48:29

[25]جلد1، ص: 1011

[26]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: ضرب کلیم، ظریفانہ، ص178

[27]الفرقان25:64

[28] اللیل19:92

[29] سورۃ البینۃ:8

[30] البقرہ2:144

[31] الضحیٰ5:93

[32]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بال جبرئیل، فرمان خدا، ص109

[33] یوسف53:12

[34] الشمس8:98

[35] البلد10:90

[36] القیامۃ2:75

[37] الفجر 30:89

[38] الفجر30:89

[39]: اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد: بال جبرئیل، جاوید کے نام، ص115